فصل سوم فہمیدہ اور منجھلی بیٹی حمیدہ کی گفتگو

فہمیدہ۔ تم کو جواب چند روز سے نماز پڑھتے دیکھتی ہی تو پرسوں مجھ سے پوچھنے لگی کہ اماجان دن میں کئی مرتبہ ابا جان ہاتھ منہ دھو کر یہ کیا کیا کرتے ہیں پہلے دیر تک بڑے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں چپکے چپکے کچھ باتیں کرتے جاتے ہیں۔ پھر جھکتے ہیں پھر منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ میں۔ بیٹی نماز پڑھتے ہیں۔ حمیدہ۔ اماجان نماز کیا۔ نماز کو اس استعجاب[1] کے ساتھ پوچھنا یہ پہلی چٹکی تھی کہ اُسنے میرے دل میں لی۔ میں۔ بٹیا خدا کی عبادت کو نماز کہتے ہیں۔ حمیدہ۔ اماجان خدا کیا چیز ہی اور عبادت اُس کی کون ہی۔ اُس کا بھولے پن سے یہ پوچھنا تھا کہ خدا کیا چیز ہی اور عبادت اس کی کون ہی کہ میرے بدن پر رونگٹے[2] کھڑے ہو گئے۔ میں۔ کیوں کیا تم خدا کو نہیں جانتیں۔ حمیدہ۔ میں سب لوگوں کو خدا کی قسم کھاتے تو سنتی ہوں اور جب کبھی اماں جان تم مجھ پر تو نہیں اور کسی پر خفا ہوتی ہو تو کہا کرتی ہو خدا کی مار اور تجھ سے خدا سمجھے شاید خدا ہیّا[3] کو کہتے ہیں مگر ہیّا ہوتی تو اس کی قسم نہ کھاتے۔ میں۔ حمیدہ توبہ کرو تو بہ خدا ہیّا نہیں ہی خدا وہ ہی جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہی۔ وہی روزی دیتا ہی۔ وہی مارتا ہی وہی جلاتا ہی۔ وہی پالتا ہی۔ حمیدہ۔ کیا اماں جان تم کو بھی خدا ہی نے پیدا کیا ہی۔ میں۔ ہاں مجھ کو بھی۔ حمیدہ۔ اور اباجان کو بھی۔ میں۔ ہاں تمھارے ابا جان کو بھی۔ حمیدہ۔ اور ننی بوا کو بھی۔ میں ہاں۔ ننی بوا کو بھی۔ اماں جان کیا ہر روز ہمارے گھر میں کھانا نہیں پکتا۔ میں۔ کیوں نہیں پکتا۔ حمیدہ پھر تم تو کہتی ہو کہ خدا سب کو کھلانے کو دیتا ہی۔ میں۔ اللہ میاں پانی برساتے ہیں۔ اللہ میاں غلے اور میوے اور ترکاریاں ہم لوگوں کیواسطے زمین میں اُگاتے ہیں۔ وہی ہم سب لوگ کھاتے ہیں۔ حمیدہ۔ ننی بوا کو تو اماں جان تم دودھ پلاتی ہو۔ میں۔ دودھ بھی اللہ میاں ہی اُتارتے ہیں تمھاری ہی دفعہ اسی دودھ کے پیچھے برسوں مصیبت اُٹھائی ہی۔ چھٹی[4] تک الغاروں[5] دودھ تھا چھٹی نہا کر اُٹھی

---

[1] تعجب ۱۲ [2] ڈر کے مارے ۱۲ [3] جس چیز سے بچوں کو ڈراتے ہیں اوسکو ہیّا کہتے ہیں ۱۲ [4] بچے کے پیدا ہونے کے چھٹے دن زچہ غسل کرتی بچے کا موڈن ہوتا اس کا نام رکھا جاتا اِس شادی کو چھٹی کہتے ہیں ۱۲

[5] ڈھیروں ۱۲

کہ یکایک جاڑا چڑھا بخار آیا تو کس شدت کا کہ الاماں[1] تمام بدن سے آنچ نکلتی تھی۔ وہ پہر بھر کا بخار آنا اور دودھ کا تاؤ[2] کھا جانا پھر بہتیری شادل پھانکی زیرہ پیا حکیم کا علاج کیا تمہارے دادا جان خدا جنت نصیب کرے ہر روز صبح کو طشتری[3] لکھ دیا کرتے تھے مگر دودھ کچھ ایسی گھڑی کا سوکھا تھا کہ پھر نہ اترا پر نہ اترا جب دیکھا کہ بچی بھوک کے مارے پھڑکی چلی جاتی ہے ناچار انا رکھی اور وہ عذاب اٹھائے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ خدا نے زندگی بخشی تھی کہ تم پل گئیں۔ حمیدہ۔ تو اللہ میاں بڑے اچھے ہیں۔ ہم سب کو کھانے کو دیتے ہیں۔ ہماری ننی بوا کے واسطے دودھ اُتارتے ہیں لیکن اماں جان اللہ میاں سے ہمارا کچھ رشتہ ناطہ ہے کہ اتنے سلوک کرتے ہیں۔ میں۔ رشتہ ناطہ یہ کہ ہم اُن کے بندے ہیں۔ مرد اُنکے غلام ہیں۔ عورتیں اُن کی لونڈیاں ہیں۔ حمیدہ۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ اِتنا سلوک کہ کوئی اپنے بچوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ لیکن لونڈی غلام تو اپنے مالک کی خدمت کرتے ہیں۔ ٹہل کرتے ہیں ہم اللہ میاں کا کون سا کام کرتے ہیں۔ میں۔ یہی نماز جو تم نے اپنے باپ کو پڑھتے دیکھی اور جس کو عبادت کہتے ہیں۔ حمیدہ۔ ہاں اب میں سمجھی کہ نماز اللہ میاں کا کام ہے تو سبھی کو نماز پڑھنی چاہیئے کیونکہ لونڈی غلام سب ہیں اللہ میاں کی دی ہوئی روٹی سب کھاتے ہیں۔ میں۔ بے شک خدا کی عبادت سب پر فرض ہے۔ حمیدہ۔ اماں جان تم تو نماز نہیں پڑھتیں۔ کیا تم اللہ میاں کی لونڈی نہیں ہو اور کیا تم اُس کی دی ہوئی روٹی نہیں کھاتیں۔ حمیدہ نے جو سادہ دلی اور بھولے پن سے یہ الزام دیا مجھ کو اس قدر شرم آئی کہ زمین پھٹ گئی ہوتی تو میں سما جاتی۔ میں۔ میں لونڈی بے شک ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی روٹی کھاتی ہوں لیکن کیا بعضی لونڈیاں نکمی اور کام چور اور نمک حرام اور بے غیرت نہیں ہوتیں ویسی ہی اللہ میاں کی ایک لونڈی میں ہوں۔ حمیدہ۔ ابا جان بھی تو اب بیماری سے اُٹھ کر نماز پڑھنے لگے ہیں کیا اِس سے پہلے وہ خدا کی دی ہوئی روٹی نہیں کھاتے تھے یہ سُن کر نصوح کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ میں۔ وہ بھی بُرا کرتے تھے۔ حمیدہ۔ اچھی اماں جان اللہ میاں خفا ہوئے ہوں گے۔ میں۔ خفا ہونے کی تو بات ہی ہے۔ حمیدہ۔ ایسا نہ ہو روٹی

[1] خدا اپنی پناہ میں رکھے اور آگے کو امن دے ۱۲ [2] حد سے زیادہ گرم ہو جانا ۱۲ [3] چینی کی طشتری پر قرآن کی آئتیں اور دعائیں لکھ کر طشتری کو دھو کر پی لینے سے دودھ بڑھتا ہے ۱۲

بند کردیں۔ تو پھر ہم کہاں سے کھائیں گے۔ اور اگر ننی بوا کا دودھ سوکھ جائے گا تو ہماری ننی رو ئے گی یہ کہہ کر حمیدہ رونے لگی۔ میں نے اُٹھا کر گلے سے لگایا اور پیار کیا۔ لیکن جس قدر میں اُس کو تسلی دیتی تھی وہ اور دونی روتی تھی۔ مجھ سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور مجھ کو روتے دیکھ کر وہ اور بھی بے تاب ہو گئی۔ آخر بڑی بڑی مشکلوں سے میں نے اُس کو سنبھالا اور کہا کہ حمیدہ تم ڈرو مت اللہ میاں کا یہ دستور نہیں ہے کہ جو لونڈی غلام کام نہ کریں اُن کا کھانا بند کردیں۔ حمیدہ۔ سچ۔ میں۔ ہاں ہاں تم گھبراؤ مت۔ حمیدہ۔ اچھی اماں جان ننی کو پلا کر دیکھو دودھ ہے یا نہیں۔ میں۔ بیٹی ننی کو سونے دو اور دودھ سے اطمینان رکھو دودھ خدا کا دیا ہوا بہت۔ حمیدہ۔ ہمارے گھر میں تو لونڈی غلام نہیں نوکر چاکر ہیں۔ مگر کام نہیں کرتے تو تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے ابا جان جرمانہ کردیا کرتے ہیں گھر سے نکال دیتے ہیں اللہ میاں اپنے لونڈی غلاموں پر بھی خفا نہیں ہوتے تو ان کا کام تو اور بھی جی لگا کر کرنا چاہیئے کیا کام نہ کرنا اور کھانا بے غیرتی نہیں ہے۔ میں۔ بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ حمیدہ۔ اماں جان میں نے تو آج تک نماز نہیں پڑھی اور نہ مجھ کو نماز پڑھنی آتی ہے اور تم تو دن رات میں دو ہی مرتبہ کھانا کھاتی ہو میں نہیں معلوم کتنی دفعہ کھاتی ہوں مجھ پر اللہ میاں ضرور خفا ہوئے ہوں گے یہ کہہ کر حمیدہ رونے لگی اور ڈر کے مارے دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور پھر میں نے سمجھایا کہ حمیدہ ڈرو مت اللہ میاں تم سے ناخوش نہیں ہیں۔ ابھی تم بچی ہو تم کو نماز معاف ہے۔ حمیدہ۔ کھانا تو مجھ کو بھی سب کے برابر بلکہ سب سے اچھا اور زیادہ ملتا ہے۔ میں۔ ہاں ملتا ہے۔ اور یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ تم کو کام معاف کر رکھا ہے۔ حمیدہ۔ پھر اللہ میاں مجھ کو کیوں کھانا دیتے ہیں۔ میں۔ اس واسطے کہ جب بڑی ہو جاؤ تو اس کے بدلے کا بہت سا کام کرو۔ حمیدہ۔ لیکن کیا اب میں کام نہیں کرسکتی دیکھو تم کو پان بنا دیتی ہوں ابا جان کو پانی پلا دیا کرتی ہوں ننی بوا کو بہلا لیتی ہوں۔ کیوں اماں جان کرتی ہوں نا۔ میں۔ ہاں بوا تم تو میرے بہت کام کرتی ہو پنکھا جھل دیتی ہو دھاگا بٹ دیتی ہو سوئی میں دھاگا پرو دیتی ہو جو چیز مجھ کو درکار ہوتی ہے لے آتی ہو۔ حمیدہ۔ تو کیا میں اللہ میاں کا کوئی چھوٹا سا کام بھی نہیں کرسکتی کیا نماز پڑھنا بڑا مشکل کام ہے میں تو دیکھتی ہوں ابا جان ہاتھ منھ دھو کر ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں کیا اتنا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں۔ اس کے سوائے کچھ پڑھنا بھی ہوتا ہے جس کو تم کہتی تھیں کہ چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے ہیں۔ حمیدہ۔ وہ کیا باتیں ہیں۔ میں خدا کی تعریف

اور اُس کے احسانوں کا شکریہ اپنے گناہوں کا اقرار اور اُن کی معافی کی درخواست اُس کے رحم کی تمنا اُس کے فضل کی آرزو بس یہی نماز ہی۔ حمیدہ۔ یہ سب باتیں اسی طرح نہ کرتے ہیں جیسے ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہیں۔ اور کیا۔ حمیدہ۔ مگر ابا جان تو کچھ اور ہی طرح کی بولی بولنے لگتے ہیں ہیں۔ وہ عربی زبان ہی۔ حمیدہ۔ وہ تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اماں جان تم جانتی ہو۔ میں نہیں میں بھی نہیں جانتی۔ حمیدہ۔ تو کیا خدا سے عربی ہی زبان میں باتیں کرنی ہوتی ہیں۔ میں۔ نہیں وہ سب کی بولی سمجھتا ہی بلکہ وہ دلوں کے ارادوں اور طبیعتوں کے منصوبوں سے واقف ہی۔ حمیدہ۔ یہ کیوں کر۔ میں۔ اس واسطے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہی۔ کوئی چیز کوئی بات اُس سے مخفی[1] نہیں سب کو دیکھتا ہی سب کی سنتا ہی اگلے پچھلے کل حالات اُس کو معلوم ہیں۔ حمیدہ۔ (گھبرا کر) کیا اللہ میاں یہاں ہمارے گھر میں بھی بیٹھے ہیں۔ میں۔ گھر میں کیا ہمارے پاس بیٹھے ہیں مگر ہم اُن کو دیکھ نہیں سکتے۔ یہ سن کر حمیدہ نے جلدی سے اوڑھنی اوڑھ لی اور سنبھل کر مودب[2] ہو بیٹھی اور مجھ سے بھی آہستہ سے کہا اماں جان سر ڈھک لو۔ اس کے بعد حمیدہ پر کچھ ایسی ہیبت[3] غالب آئی کہ میری گود میں تھوڑی دیر تک چپ پڑی رہی آخر آنکھ لگی سو گئی۔ میری ٹانگیں سُن ہونے لگیں تو میں نے آہستہ سے چارپائی پر لٹا کر بیدارا[4] کو پاس بٹھا دیا کہ دیکھا تھا کھے رہو ایسا نہ ہو کہ لڑکی سوتے سوتے ڈر کر چونک پڑے اور میں یہاں چلی آئی مجھ کو حمیدہ کی باتوں سے ایسا ڈر لگا کہ اندر سے کلیجہ تھرتھر کانپا جاتا تھا۔ نصوح۔ کیوں ڈر کی اس میں کیا بات تھی۔ فہمیدہ۔ میں کہتی تھی کہ ایسی چھوٹی سی لڑکی اور ایسی باتیں کچھ اس کو ہو تو نہیں گیا۔ نصوح۔ مذہب میں بڑی خوبی اور عمدگی تو یہی ہی کہ وہ ایسی باتوں کی تعلیم کرتا ہی جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہی۔ مسائل[5] دینی آدمیوں کے بنائے ہوئے معمے[6] اور لوگوں کی گڑھی ہوئی پہیلیاں نہیں ہیں کہ اُن کے حل کرنے اور بوجھنے کو بڑا غور و خوض درکار ہو بلکہ اُس حکیم برحق کے باندھے ہوئے اصول[7] اور ٹھہرائے ہوئے ضابطے[8] ہیں اور اصول بھی کیسے سلیس اور آسان ضابطے سہل اور بدیہی[9] نہیں معلوم انسان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ اتنی موٹی بات

---

[1] پوشیدہ ۱۲ [2] با ادب ۱۲ [3] ڈر ۱۲ [4] گھر کی ماما کا نام ۱۲ [5] دین کے مسئلے ۱۲ [6] چیستان ۱۲ [7] قاعدے ۱۲ [8] دستور ۱۲ [9] ظاہر باتیں جن کو ہر شخص مان لے ۱۲

اُس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ زمین آسمان چاند سورج ستارے انواع و اقسام کے حیوانات رنگ برنگ کے نباتات ساری دنیا تمام زمانہ اتنا بڑا کارخانہ جس میں کا ایک پتا اُٹھا کر دیکھو تو ہزار صنعتوں[۱] سے بھرا ہوا ہی آخر خود بخود تو نہیں ہو گیا ضرور کوئی اس کا بنانے والا ہی اور پھر اُس نے جو انسان کو ایک خاص صفت عقل عطا کی ہی کچھ تو اس تخصیص[۲] کا مطلب ہی۔ مگر ہی کیا کہ انسان اس تصور کو اپنے ذہن میں آنے ہی نہیں دیتا اور ساری خدائی خدا کی گواہی دے رہی ہی ؎

برگ[۳] درختان سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

حمیدہ نے کوئی بات اچنبھے[۴] کی نہیں کی۔ اچنبھے کی بات تو یہ ہی کہ ہم میں نادان بچوں کے برابر بھی عقل نہیں ڈوب مرنے کی جگہ ہی زمین میں گڑ جانے کا مقام ہی۔ بلکہ حمیدہ کی باتوں کو میں ایک فالِ نیک اپنی کامیابی کی سمجھتا ہوں افسوس ہی کہ تم اُس کو میرے پاس نہ لے آئیں اُس کی ہر ہر بات لوحِ دل[۵] پر کندہ کرنے کے لائق ہی اور یہ باتیں اُس نے کیا کہیں خدا نے اُس کے مُنہ سے کہلوائیں۔ بیٹی کیا ہی۔ سچ پوچھو تو ہمارے لیے ہدایت کا فرشتہ ہی اور بچے جو معصوم[۶] کہلاتے ہیں اسی سبب سے کہ ان کے دل لوثِ[۷] دنیا سے پاک اور ہر طرح[۸] کی گناہ سے صاف ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کہ ایک سے تو اطمینان ہوا اب یہ بتاؤ کہ اوروں کے واسطے کیا انتظام کرنا ہو گا۔ فہمیدہ۔ تم ہی کوئی تجویز سوچو۔ نصوح۔ میں نے تو یہ سوچا ہی کہ لڑکیوں کو تم سنبھالو اور لڑکوں کو میں سمجھ لوں گا۔ فہمیدہ بھلا میں بھی تو سمجھوں کیوں کر سمجھاؤ گے کہ وہی تدبیر میں بھی کروں۔ نصوح۔ میں پہلے چھوٹوں سے شروع کروں گا امید ہی کہ جلد راہ پر آ جائیں۔ بڑوں کا مجھ کو بڑا کھٹکا ہی۔ یہ تو میں خوب جانتا ہوں کہ یہ نیا ڈھنگ دیکھ کر اُن کے کان[۹] کھڑے ہوں گے۔ مگر نہیں معلوم کس سے کیا معاملہ پیش آوے

---

۱ کاریگریوں ۱۲ ۲ یعنی انسان کو جو عقل کے ساتھ خاص کیا اسی کو عقل دی اور دوسری مخلوقات کو نہ دی تو عقل کی وجہ سے انسان پر کوئی خاص ذمہ داری بھی ضرور ہو گی ۱۲ ۳ ہرے درختوں کے پتے عقل مند کی نگاہ میں نرے پتے نہیں بلکہ خدا کے پہچاننے کے لیے ایک ایک پتا ایک دفتر کا حکم رکھتا ہی ۱۲ ۴ تعجب ۱۲ ۵ دل کی تختی پر کھودنے کے لائق ۱۲ ۶ بے گناہ ۱۲ ۷ یعنی دنیا کی محبت سے نہیں لتھڑے ۱۲ ۸ سیاہی ۹ جانور جب کوئی نئی چیز دیکھتا ہی تو کان کھڑے کر لیتا ہی مطلب یہ ہی کہ حیران ہوں گے تعجب کریں گے ۱۲

تم اتنا کرو کہ ایک تو میرا تمھارا دونوں کا کام ایک ساتھ شروع ہو۔ جب اندر باہر دونوں جگہ ایک ہی بات کا چرچا ہوگا تو کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ دیکھو خاص کر ہمارے پیچھے پڑے ہیں اولاد اولاد سب برابر اُنسے کچھ تعرض[1] نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ تمھاری ادا سے یہ بات پیدا ہو کہ اس معاملے میں ہم دونوں کو ایک اہتمام خاص ہی کیونکہ ذرا سا ضعف[2] بھی ظاہر ہوگا تو تمام تر انتظام درہم برہم[3] ہو جائے گا۔ فہمیدہ ان شاء اللہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔

فصل چہارم نصوح اور چھوٹے بیٹے سلیم کی گفتگو

آج تو میاں بی بی میں یہ قول و قرار ہوا اگلے دن چھوٹا بیٹا سلیم ابھی سو کر نہیں اٹھا تھا کہ بیدارا نے آ جگایا کہ صاحب زادے اُٹھیے بالاخانے پر میاں بلاتے ہیں۔ سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم دس برس کی تھی۔ سلیم نے جو طلب کی خبر سنی گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے ہاتھ منہ دھو ماں سے آکر پوچھنے لگا اماں جان تم کو معلوم ہے ابا جان نے کیوں بلایا ہے۔ ماں۔ بھائی مجھ کو تو کچھ خبر نہیں۔ بیٹا۔ کچھ خفا تو نہیں ہیں۔ ماں۔ ابھی تو کوٹھے پر سے بھی نہیں اُترے۔ سلیم۔ بیدارا تجھ کو کچھ معلوم ہے۔ بیدارا۔ میاں میں اوپر لوٹا لینے گئی تھی میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے میں آنے لگی تو میاں نے آپ کا نام لیا اور کہا کہ اُن کو بھیج دیجیو۔ سلیم۔ صورت سے کچھ غصہ تو نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بیدارا۔ نہیں تو۔ سلیم۔ تو اماں جان ذرا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ ماں۔ میری گود میں لڑکی سوتی ہے تم اتنا ڈرتے کیوں ہو جاتے کیوں نہیں۔ سلیم۔ کچھ پوچھیں گے۔ ماں۔ جو کچھ پوچھیں گے تم اس کا معقول طور پر جواب دینا۔ غرض سلیم ڈرتا ڈرتا اوپر گیا اور سلام کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔ باپ نے پیار سے بلا کر پاس بٹھا لیا اور پوچھا کیوں صاحب ابھی مدرسے نہیں گئے۔ بیٹا۔ جی بس اب جاتا ہوں ابھی کوئی گھنٹے بھر کی دیر اور ہے۔ باپ۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے جاتے ہو یا الگ۔ بیٹا۔ کبھی کبھی بھائی جان کے ساتھ چلا جاتا ہوں ورنہ اکثر اکیلا جاتا ہوں۔ باپ۔ کیوں۔ بیٹا۔ اگلے

---

[1] روک ٹوک ۱۲ [2] کمزوری ۱۲ [3] الٹ پلٹ ۱۲ [4] مراد ہے منجھلا بھائی علیم ۱۲